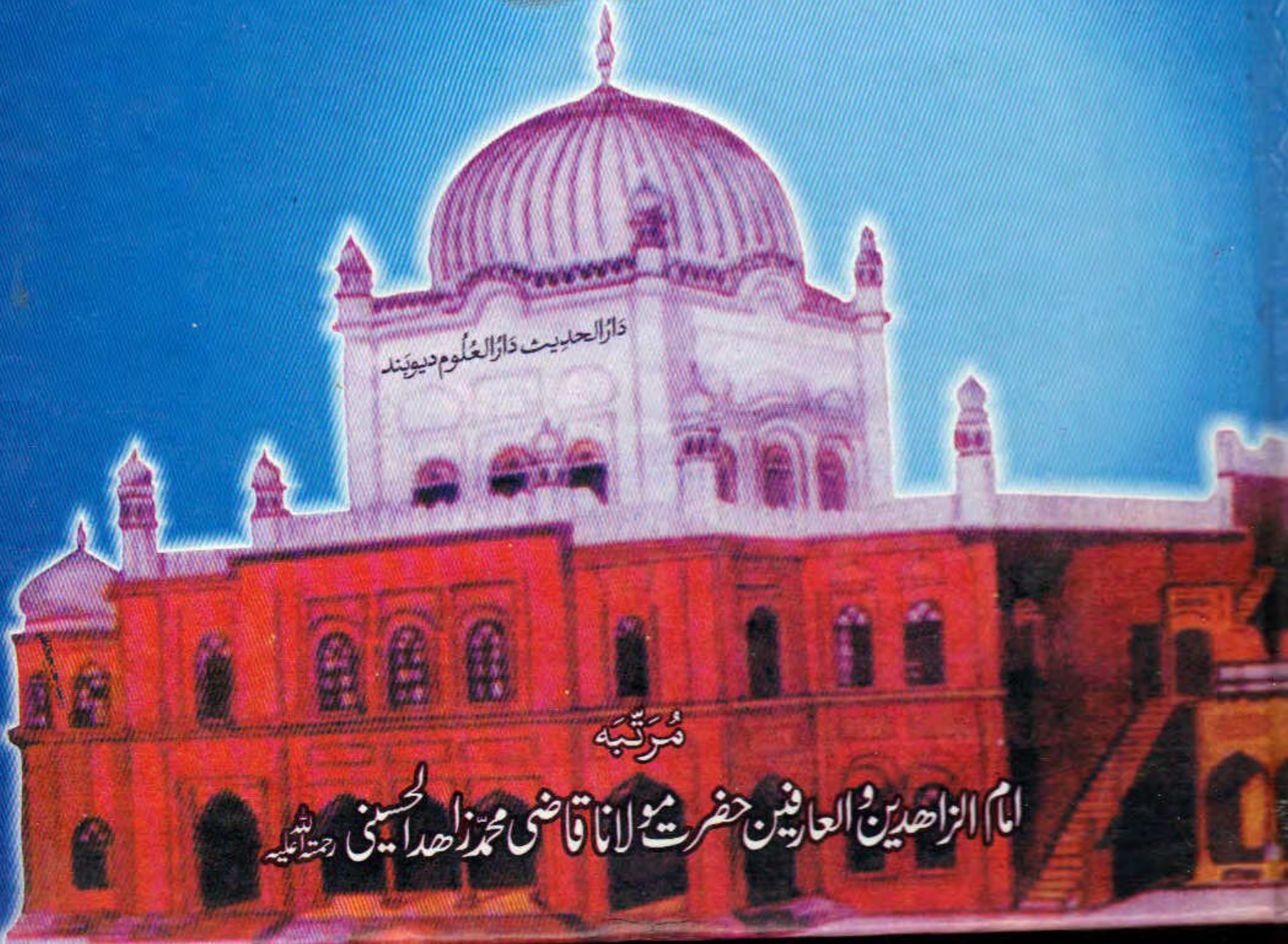
سوانح حیات قطب الارشاد والتکوین

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہٗ

چراغِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم



مرتبہ

امام الزاہدین والعارفین حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

مسلکِ حقّہ کے خلاف عظیم سازش کا دفاع

پس منظر اور مختصر تذکرہ

یہ نفسیاتی مسئلہ ہے کہ جب قوم میں سے کسی کے خلاف محاذ بنانا ہو تو اُس کے نظریات اور عقائد میں ایسی موشگافیاں کی جائیں جو عام لوگوں کی نظر میں معیوب اور معتوب ہوں اور اس مذموم مقصد کیلئے اکثر اوقات دین، مذہب کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اسلام کی ابتدائی تاریخ میں جتنے فتنے کھڑے ہوئے اُن سب نے دینی لبادہ اوڑھ کر شر و فساد پھیلایا۔ خوارج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے خلاف جو محاذ قائم کیا تھا اسکی بنیاد بھی ارشادِ قرآنی اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ پر رکھی تھی اور امت کو ایسا بھڑکایا کہ فتنہ عظیم برپا ہوا جس کے بُرے اثرات آج تک موجود ہیں۔ یہی صورتحال دارالعلوم دیوبند کے خلاف اختیار کی گئی، اگرچہ اس میں دوسرے علمی، دینی مدارس جیسا کہ مدرسہ عالیہ رامپور وغیرہ بھی تھے مگر دارالعلوم دیوبند کی علمی، دینی اور روحانی ترقی نے بہت ہی جلد نہ صرف عالمِ اسلامی بلکہ ایشیاء میں ایک عظیم مقام حاصل کر لیا تھا جس کی اس ترقی کو شاید عیسائی حکومت برداشت کر لیتی مگر اس کی روحانی ترقی جس میں مجدّدی جوہر پنہاں تھا نہ حکومتِ وقت برداشت کر سکتی اور نہ ہی وہ افراد اور طبقات جن کا وقار صرف علمی وجاہت کی بناء پر تھا، برداشت کر سکتے تھے۔ چنانچہ دارالعلوم دیوبند کے خلاف ایک ایسی سازش اختیار کی گئی جس کی اساس دینی عقائد خصوصاً سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر رکھی گئی اور یہ مذموم سعی کی گئی کہ علماء دیوبند جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ اور بے ادب ہیں۔

چونکہ حرمین میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکاروں خصوصاً قبیلہ خطعط اور دخنہ نے بہت ظلم کیا تھا اور سنہ ١٢٢٠ھ تا سنہ ١٢٣٣ھ تیرہ سال لگاتار خونریزی کرتے رہے تھے، جیسا کہ علامہ شامیؒ نے فرمایا:۔

"جیسا کہ ہمارے زمانہ میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متبعین سے پیش آیا کہ انہوں نے نجد سے خروج کیا اور حرم مکہ اور حرم مدینہ پر تسلط جمایا اور اس کے مدعی رہے کہ حنابلہ کے مذہب کے پابند ہیں لیکن ان کا اعتقاد یہ تھا کہ مسلمان صرف وہ لوگ ہیں جو ہمارے ہم مشرب ہیں اور جو ہمارے اعتقاد کے مخالف ہیں وہ سب مشرک ہیں، اور اس فاسد عقیدہ کی وجہ سے اہلِ سنّت والجماعت کا قتل کر دینا اور ان کے علماء حق کو مار ڈالنا مباح سمجھا اور ان کا تسلط قائم رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے غلبہ کو فنا کر دیا اور اُن کے شہروں کو ویران کر دیا اور اسلامی شہروں کو ان کے مقابلہ میں (سنہ ١٢٣٣ھ میں) کامیابی عطا فرمائی"

اور خود نجدیوں میں جو دو قبیلے بہت متشدد تھے آخر ابن سعود کے ہاتھوں وہ خود ہی ختم کر دیئے گئے، جیسا کہ حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں:۔

—— ”اور جو فتنہ ابن سعود کے تسلط کے وقت میں غطغط اور دخنہ نے مسلمانوں کو قتل اور ان کے اموال کے لوٹنے کی صورت میں ہویدا کیا تھا اور بالآخر ابن سعود نے تنگ آکر ان قبیلوں کی قوت کا قلع قمع کیا“ —— (مکتوبات ج ۳ ص ۷۹)

اسلئے حجاز میں کسی عالم یا کسی جماعت سے عوام کو متنفر کرنے کے لیے یہی حربہ استعمال کیا جاتا تھا کہ یہ لوگ وہابی ہیں، چنانچہ اکابر علماء دیوبند کے خلاف بھی یہی حربہ استعمال کیا گیا اور اس کی تائید کے لیے بریلی کے رئیس اعظم مولانا احمد رضا خان نے حرمین کا سفر کیا جس کا دفاع اللہ تعالیٰ نے حضرت مدنیؒ سے کرایا، حضرت مدنیؒ کے الفاظ میں اس کا مختصر تذکرہ پیش کیا جاتا ہے:۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا فتنہ

سنہ ۱۳۲۴ھ ۱۹۰۴ء کے ابتداء میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس اللہ سرہ العزیز بعد از فراغت حج مدینہ منورہ تشریف لائے اور تقریباً پندرہ روز قیام فرمایا، چونکہ موصوف میرے اساتذہ کرام میں سے تھے اس لیے طلباء مدینہ منورہ کا اُن کی طرف بہت ہجوم ہوا اور عموماً علماء مدینہ بھی ان کی زیارت اور دست بوسی کے لیے حاضر ہوتے رہے اور بہت بڑے مجمع نے اوائل کتب احادیث سنا کر مسجد شریف کے اندر بڑے حلقہ میں اجازت کتب حدیث و علوم لی۔ یہ امر متعدد اُن ہندوستانیوں کو نہایت شاق گذرا جو خود یا اُن کے اکابر حضرات علماء دیوبند اور اُن کے اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ سے کسی قسم کا خلاف رکھتے تھے، نیز جاہل ہندوستانیوں کو بھی ان کے حسد نے اس پر مجبور کیا۔ ہم پر تو اُن کا داؤ اس لیے اب تک نہ چلا تھا کہ اہل مدینہ اور وہاں کے عمائد وغیرہ سے ہمارے تعلقات قوی ہو گئے تھے، وہ خود یا اُن کے لڑکے اور احباب ہم سے پڑھتے تھے یا دوستی وغیرہ کا تعلق تھا، نیز ہماری کوئی تصنیف بھی جس سے اُن کو غلط افواہ پھیلانے کا موقعہ ملے موجود نہ تھی۔ ہر قسم کی کتب درسیہ اہلسنت والجماعت کی زیر تدریس تھیں اس لیے اُن کی غلط بیانیوں کی کوئی وقعت نہیں ہو سکتی تھی، مگر حضرت مولانا مرحوم کی یہ عظمت اور شوکت دیکھ کر ان کے کلیجوں پر سانپ لوٹنے لگا، کتاب ”براہین قاطعہ“ حضرت مولانا مرحوم کی اہل بدعت کے لیے جس قدر سیف قاطع اور دلوں کو زخمی کرنے والی ہے اُس کو اہل بدعت کا کلیجہ ہی جانتا ہے۔

چونکہ حضرت مولانا مرحوم قافلہ کی واپسی پر مجبور تھے اس لیے پندرہویں دن مع اپنے رفقاء کے واپس ہو گئے مگر مخالفین کے سینوں میں زخم کر گئے۔ حضرت مولانا موصوف مرحوم کی واپسی کے بعد میں نے خواب دیکھا کہ میں مسجد شریف میں بیٹھا ہوا ہوں اور میرے ایک طرف حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز تشریف فرما ہیں اور دوسری طرف (غالباً داہنی جانب) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کتاب لیے ہوئے

تشریف لائے ہیں، بیداری پر مجھ کو فکر ہوئی کہ کیا بات ہے کہ مرد و آقا میری امداد فرما رہے ہیں، دو تین دن کے بعد مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مدینہ منورہ پہنچے، وہ مکہ معظمہ میں بعد از حج اپنے ایک رسالہ "حسام الحرمین" پر دستخط کرانے کے لیے کچھ ٹھہر گئے تھے، اُن کی آمد پر یہ زمزمی جماعت مخالف ہندوستانیوں وغیرہ کی ان کے ارد گرد جمع ہوگئی، اور ہماری بڑھتی ہوئی وجاہت اور رفعت سے جو خطرات ان کو اپنے عقائد اور خیالات کے متعلق اور اپنی اپنی پوزیشنوں کے بارہ میں نظر آرہے تھے پیش کیا، نیز یہ کہا کہ رسالہ "حسام الحرمین" کے خلاف اگر حسین احمد نے کوشش کی تو کامیابی نہ ہو سکے گی اور یہی عظیم الشان مقصد مولوی احمد رضا خاں صاحب کا تھا یعنی یہ کہ اس رسالہ کی تصدیق علماء مدینہ کر دیں، اس لیے مشورہ ہوا کہ بڑے بڑے حکام سیاسی اور مذہبی سے ملاقات اور تعارف کرایا جائے اور ان کی خدمات میں نذرانے پیش کیے جائیں، وسائط مہیا کیے جائیں، متعدد رسائل مولوی صاحب موصوف کے پیش کر کے ان کی علمیت سے مرعوب کیا جائے اور کوشش کی جائے کہ اس فیض آبادی خاندان کو شہر بدر اور جلاوطن کر دیا جائے، ایسا پہلے بہت مرتبہ ہو چکا تھا کہ کسی آفاقی عالم کا شہرہ علمی ہوا اور اس سے علماء یا اکابر مدینہ منورہ کو نفسانی یا واقعی خلاف پیش آیا تو اُس کو بذریعہ حکومت جلاوطن کرا دیا۔ چنانچہ علامہ شیخ محمود شنقیطی اور برجسی وغیرہ سے ایسا معاملہ پیش آیا تھا کہ نفسانی اغراض مذہبی رنگ میں ظاہر ہوتی تھیں جیسا کہ عموماً دیکھا جا رہا ہے، چنانچہ اس پر عملدرآمد شروع کیا گیا اور بہت بڑی تعداد نقود کی خرچ کی گئی، دوڑ دھوپ شروع ہو گئی اور سازشوں کا جال پوری طرح بچھا دیا گیا۔ ہم بالکل بے خبر تھے کہ خبر پہنچی کہ کسی رسالہ پر دستخط لیے جا رہے ہیں اور ہمارے اور اساتذۂ کرام کے متعلق وہابیت کا ہر با اثر شخص سے پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ چونکہ سلطان عبدالمجید خاں مرحوم کے اوائل زمانۂ حکومت میں نجدیوں کا حجاز پر غلبہ ہو چکا تھا اور انہوں نے دس برس مکہ معظمہ میں اور تین برس اخیر کے مدینہ منورہ میں حکومت کی تھی، یہ لوگ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیرو تھے اور اپنے عقائد و اعمال میں نہایت سخت غالی تھے، انہوں نے اہالی حرمین پر بہت زیادہ تشددات کیے تھے اور اپنے مخالف عقائد و اعمال والوں کو بہت زیادہ ستایا تھا اس لیے اہل حرمین کو ان سے بہت زیادہ بغض اور تنفر تھا۔ بالآخر سلطان عبدالمجید خاں مرحوم نے خدیوی محمد علی پاشا مرحوم والیٔ مصر سے بوقت صلح شرط کی کہ وہ اہل نجد کو حجاز سے نکالے، چنانچہ خدیوی مرحوم نے اپنے بیٹے ابراہیم پاشا کو جرار فوج کے ساتھ بھیجا اور اس نے نجدیوں کے قبضہ سے حجاز کو واگذاشت کیا، اس زمانہ سے حجاز میں یہ طریقہ جاری ہو گیا تھا کہ جس شخص سے تنفر پھیلانا منظور ہو اُس کو وہابیت کی طرف

نسبت کر دیا جائے، اہلِ حجاز کو وہابیت سے اس قدر نفرت مظالم مذکورہ کی وجہ سے ہو گئی تھی کہ عیسائیت اور یہودیت وغیرہ سے بھی اتنی نفرت نہ تھی۔ یہی طریقہ انگریزی حکومت نے بھی ہندوستان میں اپنے مخالفین کے ساتھ جاری کیا۔

بڑی مشکلوں سے رسالہ "حسام الحرمین" بعض اُن شخصوں کے پاس سے جن کے پاس تصدیق کے لیے گیا ہوا تھا دیکھنے کو مل گیا جس پر ہم نے فوراً اس کی غلط بیانی اور افترا پردازی کا پول کھولنے کا تہیہ کر لیا۔ اور مولوی رضا خاں صاحب اور ان کے ہمنوا یان مجاورینِ اہلِ ہند (مجاور عرفِ اہلِ مدینہ میں اُن غیر ملکوں کے باشندوں کو کہتے ہیں جو کہ مدینہ میں نہ پیدا ہوئے ہوں اور باہر سے آ کر اقامت پذیر ہو گئے ہوں) نے اِس رسالہ کو (جو کہ باسم حسام الحرمین علیٰ عنق اھل الکفر والمین کے نام سے موسوم کر کے بعد میں شائع کیا گیا) تصدیق اور مہر و دستخط کے لیے وہاں کے اہلِ علم اور مذہبی رؤسا پر پیش کیا۔ ظاہر ہے کہ ان عنوانات سے ہر ناواقف مسلمان پورے غیظ و غضب میں آ جائے گا اور جو کچھ بھی اس سے ہو سکے گا کر گذرے گا اور جہاں تک ممکن ہوگا برا بھلا لکھ دے گا۔ چنانچہ یہی ہوا۔ بعض بیوقوفوں نے تو غیظ و غضب میں آ کر بلا شرط و استثناء تکفیر و تصدیق کر دی اور اکثر سمجھدار اور محتاط لوگوں نے شرط لگائی کہ اگر واقع میں ان اشخاص کے ایسے ہی اقوال و عقائد ہیں تو اُن کا یہی حکم ہے مگر حرمین شریفین کے جلیل القدر علماء کرام نے "حسام الحرمین" کی تصدیق سے انکار کیا۔ مکہ مکرمہ کے جن جلیل القدر علماء کرام نے انکار کیا وہ حسبِ ذیل ہیں:-

(۱) مولانا الشیخ عبداللہ مکی شافعی (۲) مولانا الشیخ شعیب مالکی (۳) مولانا الشیخ احمد (۴) مولانا شیخ عبدالجلیل آفندی حنفی (۵) الشیخ احمد رشید مکی حنفی (۶) شیخ محب الدین حنفی مہاجر مکی (۷) الشیخ محمد صدیق افغانی مہاجر مکی۔

علماء مدینہ منورہ میں سے جن علماء کرام نے اس کتاب پر دستخط کرنے سے انکار فرما دیا تھا اُن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:-

(۱) حضرت مولانا شیخ یٰسین مصری شافعی (۲) مولانا شیخ عبداللہ نابلسی (۳) مولانا شیخ عبدالحکیم بخاری حنفی (۴) الشیخ سید ملا سنقر بخاری (۵) مولانا شیخ سید محمد امین رضوان شافعی (۶) مولانا شیخ آفندی مامون بری (۷) مولانا شیخ فاتح طاہری مالکی (۸) صدر محکمہ عدل شیخ آفندی ترکی۔

(حیات و کارنامے ص ۱۴۶)

چونکہ یہ کارروائی نہایت جد و جہد اور اختفاء کے ساتھ ہو رہی تھی ہم کو صرف اِس قدر معلوم ہو سکا تھا کہ یہ اشخاص علماء اور مفاتی اور اہلِ اثر کے پاس دوڑ دھوپ کر رہے ہیں مگر کس مقصد کیلئے یہ کارروائی ہو رہی ہے بالکل پتہ نہیں چلتا تھا اور صرف یہ خیال تھا کہ چونکہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مرحوم ابھی تشریف لائے تھے اور اُن سے یہاں کے اعاظم علماء اور اکثر طلباء ملے تھے اور سندِ حدیث اور اجازت وغیرہ حاصل کی تھی، اہلِ علم میں اُن کی بہت مقبولیت ہوئی تھی اِس لیے حاسدوں اور دشمنوں کو ان کے خلاف اور اسی ذریعہ سے ہمارے خلاف پروپیگنڈا کرنا منظور ہے، ساتھ ہی ساتھ یہ بھی خیال تھا کہ اگر کوئی بات ہمارے یا ہمارے اکابر کے خلاف ہوگی تو کم از کم ہم سے پوچھا تو جائے گا۔ اسی حالت میں کئی روز گذر گئے، پھر تجسس پر معلوم ہوا کہ کسی تحریر پر تصدیق کرائی جا رہی ہے، تو اس کی تلاش ہوئی کہ وہ تحریر کیا ہے ؟ بالآخر شیخ عبد القادر شلبی طرابلسی کے پاس جب وہ تحریر پہنچی تو انہوں نے مجھ کو بلا بھیجا اور یہ رسالہ دکھلایا، میں نے اُن کو حقیقۃ الامر سے مطلع کیا اور پھر میں امین الفتویٰ شیخ عمر حماد مرحوم کے پاس گیا اور "تحذیر الناس" اور "فتاویٰ رشیدیہ" وغیرہ کی عبارتیں دکھلائیں تو انہوں نے بہت افسوس کیا اور مفتی احناف افندی تاج الدین الیاس مرحوم کے پاس پہنچے اور اُن سے تمام حقیقت بیان کی اُنہوں نے بھی افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم کو تو حقیقت کا علم نہ تھا تُو نے ہم کو پہلے کیوں نہ مطلع کیا؟ چونکہ میرے تعلقات اُن لوگوں سے پہلے سے بہت گہرے تھے، مفتی صاحب موصوف کا نواسہ میرے پاس پڑھتا تھا نیز دوسرے اہلِ مدینہ نوجوان بڑے خاندان والے یا احباب تھے اس لیے میں نے اُن سے کہا کہ مجھ کو اعتماد تھا کہ اگر میرے مشائخ اور اساتذہ یا میرے متعلق آپ کے پاس کسی قسم کی کوئی خبر پہنچے گی تو آپ ضرور بالضرور مجھ سے اس کو دریافت کریں گے، انہوں نے جواب دیا کہ ہم کو بالکل علم نہیں کہ یہ حضرات تیرے اساتذہ اور مشائخ ہیں، بہرحال اب تو جو کچھ ہونا تھا ہو چکا ہم نے تصدیق میں کافی احتیاط کر لی ہے اور لکھ دیا ہے کہ اگر واقع میں ان اشخاص کے یہی اقوال اور عقائد ہیں اور رجوع ثابت نہیں ہے تو مؤلف رسالہ کا قول صحیح ہے۔ اگر پہلے سے اس کا علم ہوتا تو ہم ہرگز اتنی بھی تصدیق نہ کرتے۔ اسی طرح اور دوسرے اشخاص نے جواب دیا۔ اِسی اثناء میں یہ بھی پیش آیا کہ افندی سید احمد برزنجی مرحوم مفتی شافعیہ کے پاس مولوی احمد رضا خان صاحب پہنچے اور رسالہ مذکورہ کے ساتھ "رسالہ علمِ غیب" بھی پیش کیا، مفتی صاحب نے بالشروط پہلے رسالہ کی تصدیق تو کر دی تھی مگر مسئلہ علمِ غیب میں مخالفت کی، آخر میں کچھ بحث ہوئی، مفتی صاحب ناراض ہو گئے اور خفا ہو کر کہا کہ میری تصدیق واپس بھیج دو، مگر مولوی

احمد رضا خاں صاحب چلے آئے، اس کے بعد مفتی صاحب نے رسالہ غایۃ المامول فی علمِ غیب الرسول (علیہ السلام) لکھا جو کہ ہندوستان میں چھپ کر شائع ہوا تھا، مولانا منور علی صاحب مرحوم رامپوری کی سعی وکوشش جو کہ اس زمانہ میں وہاں موجود تھے اس کی اشاعت میں زیادہ کارگر ہوئی۔

اس فتنہ پر یہ کوشش بڑے زور سے عمل میں لائی گئی تھی کہ انہیں حضرات کے تلامیذ اور تبعین حسین احمد اور اس کے برادران وغیرہ ہیں، لوگوں نے کہا کہ آج تک ہم نے کوئی بات ان سے خلافِ طریقہ اہلِ سنت والجماعت نہیں دیکھی، تو یہ جواب دیا کہ وہ چھپاتے ہیں اور رفتہ رفتہ وہ سب لوگوں کو گمراہ کر دیں گے، اس پروپیگنڈہ کو سید یٰسین مرحوم کابلی کے ذریعہ سے، جو کہ عثمان پاشا والئ مدینہ کے یہاں رسوخِ کامل رکھتا تھا عثمان پاشا تک پہنچایا گیا، مگر پول کھل جانے اور عنایتِ ایزدی کے شامل ہو جانے اور جنابِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات نے ان کو ناکام کیا اور بحمد اللہ ہمارا کوئی بال بیکا نہ کر سکے۔ کچھ عرصہ تک ہندوستانی مجاورین اور بعض اُن کے ہمنواؤں میں کھچڑیاں پکتی رہیں، مخالفتیں بھی لوگ کرتے رہے مگر میرا حلقۂ درس بڑھتا ہی رہا، قبولیت عامہ اہلِ مدینہ اور اہلِ علم وفضل میں روز افزوں ہوتی رہی اور مخالف اشخاص کو ناکامی کے ساتھ ذلت کا بھی سامنا ہوتا رہا، اگرچہ ہم نے کبھی کسی سے انتقام اور توہین کا معاملہ نہیں کیا مگر منتقمِ حقیقی کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، دو تین ہی سال میں تمام مخالفین کا قلع وقمع ہو گیا۔ وللہ الحمد والمنہ (نقشِ حیات جلد اول)

اگرچہ حضرت شیخ الہندؒ ۱۳۳۳ھ میں اپنی انقلابی دعوت کو اُس وقت کی ترکی حکومت کے سامنے پیش کرنے اور اُن سے امداد طلب کرنے کے لیے تشریف لے گئے تھے جبکہ رئیسِ بریلی مولوی احمد رضا خاں صاحب اس سے کچھ پہلے ۱۳۲۴ھ میں یہ فتویٰ حاصل کرنے کے لیے حرمین پہنچے تھے۔ مگر معمولی غور وفکر سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ اس فتویٰ کے پس منظر میں حضرتؒ کی اس انقلابی تحریک کو اس طرح ناکام کرنا تھا کہ آپ کے حجاز آنے سے پہلے ہی ترکی حکومت کو بدظن کر کے حضرتِ مدنیؒ کو حجاز سے نکال دیا جائے، اس طرح انگریزی حکومت کو بھی اِدھر سے بے فکری ہو جائے۔ اس بات کی دلیل دینے کی کوئی ضرورت نہیں کہ انگریزی حکومت نے دارالعلوم دیوبند پر کڑی نظر رکھی ہوئی تھی اور وہ مجاہدِ جلیل حضرت شیخ الہندؒ کی تمام کارروائیوں اور ارادوں سے اپنے خفیہ مخبروں کے ذریعہ سے پوری طرح واقف تھی، حضرتِ مدنیؒ نے ارشاد فرمایا کہ:-

"جب ہم مالٹا پہنچے اور ہم سے بیانات لیے گئے تو ہمارے سامنے ایک بہت بڑا رجسٹر پیش کیا گیا جس میں بہت کچھ لکھا ہوا تھا یعنی حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک کی ساری رُوداد تھی۔"

ان ہی افتراءات کا مدلل جواب دیتے ہوئے حضرت مدنیؒ نے ایک کتاب بہ نام "الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب" لکھی جو اُسی وقت طبع ہوگئی، اس کتاب میں اُن عبارات کے جوابات کے علاوہ آپ نے اہلِ بدعت کے اس مشہور مشاغبہ کا جواب بھی دیا ہے جو اس وقت بھی کیا جاتا ہے اور آج تک جاری ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ اس کا کوئی اثر نہیں مگر اُن کا طریق کار وہی ہے کہ دیوبندی لوگ وہابی ہیں، اِن کے عقائد وہی ہیں جو کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اُس کے پیروکاروں کے ہیں، حضرتِ مدنیؒ نے مختصر طریقہ پر تقابل فرمایا، جیسا کہ:۔

یہ کہا گیا کہ دیوبندی علماء انبیاء علیہم السلام کی حیاتِ جسمانی اور علاقہ بین الروح والجسم کے بعد وفات ظاہری کے منکر ہیں، حالانکہ یہ صرف اس کے قائل ہی نہیں بلکہ مثبت بھی ہیں اور بڑے زور شور سے اس پر دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل اس بارہ میں تصنیف فرماکر شائع فرماچکے ہیں، رسالہ "آبِ حیات" مؤلفہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نوراللہ مرقدہٗ صرف اسی موضوع پر مُدلل کتاب ہے جو آپ نے ۱۲۹۴ھ میں اپنے مُرشد حضرت حاجی امداداللہ نوراللہ مرقدہٗ کے حکم سے سفرِ حرمین کے دوران میں مرتب فرمائی، آپ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"دل میں یہ ٹھان کر قلم اٹھایا اور ٹھہرائی کہ شروع تو خدا کے گھر سے کیجئے اور بن پڑے تو بوسہ گاہ عالم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اختتام کو پہنچا دیجئے تاکہ ابتداء اور انتہاء دونوں مبارک ہوں ورنہ جس قدر بن پڑے غنیمت ہے کیونکہ اس وسیلہ سے اس ظلوم وجہول کو امیدِ صحت اور حُسنِ ظن قبول ہے۔" (رحمت ص۱۳۱)

تعجب ہے کہ فاضل بریلوی نے حضرت نانوتویؒ کی مرتبہ اور مؤلفہ کتاب "تحذیر الناس" جو کہ آپ نے ۱۲۹۰ھ میں مرتب فرمائی تھی مطالعہ فرمائی مگر عقیدہ حیاتُ النبی پر آپکی کتاب "آبِ حیات" کے مطالعہ کا ذکر نہیں کیا حالانکہ اس وقت آپ کی عمر ۲۵ سال تھی۔ نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا۔ (رحمت ص۱۳۱ بحوالہ الجمعیۃ)

اسی طرح کے دوسرے مسائل "سفرِ مدینہ منوّرہ برائے زیارت سیّدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، توسّل بالانبیاء علیہم السلام والاولیاء بعد الوفات" وغیرہ وہ عقائد جو کہ علماء دیوبند کے ہاں بنیادی عقائد ہیں اور وہابی ان کے خلاف ہیں، ان سب عقائد کو تفصیل کے ساتھ اپنی اسی کتاب میں درج فرماکر شائع فرمادی جس سے وہ پروپیگنڈہ بالکل زائل ہوگیا، اللہ تعالیٰ نے حضرتِ مدنی نوراللہ مرقدہٗ کو اپنی حکمت اور رحمت کے ساتھ مدینہ منوّرہ پہلے پہنچا دیا تھا۔ فللہ الحمد

ضروری فائدہ:۔ پاکستان میں بعض لوگوں نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ حضرتِ مدنی نوراللہ مرقدہٗ نے بعد

میں ان عقائد میں ترمیم فرمادی یا رجوع کر لیا تھا، حالانکہ یہ بات بالکل غلط اور اہلِ بدعت کی طرح افتراء ہے، حضرت مدنیؒ کے وہی عقائد تھے جو تمام اکابر کے تھے جن کا ذکر "المہند" میں ہے۔ ملک کے نامور صاحبِ قلم عالم دین مولانا ریاض احمد اشرفی مرحوم نے اس افتراء کے بارہ میں حضرتِ مدنیؒ کی خدمت میں یہ عریضہ ارسال کیا تھا:۔

بخدمت شیخ الحدیث مولانا سید حسین احمد مدنی مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

"کیا کتاب الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب وہابیوں اور بریلویوں کے خلاف آپ ہی کی تصنیف ہے؟ کیا آپ اب بھی وہی مسلک رکھتے ہیں یا اس سے رجوع فرمالیا ہے؟"۔

اس کا جواب حضرتِ مدنیؒ نے یہ فرمایا:۔

محترم المقام زیدمجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امورِ مسئولہ عنہا کا جواب ذیل ہے:۔

"بے شک کتاب "الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب" میری ہی پہلی تصنیف ہے جو کہ مولوی احمد رضا خان بریلوی کے ردّ "حسام الحرمین" کے خلاف میں لکھی گئی تھی، وہابیوں کا تذکرہ اس میں ضمناً آیا ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ ہمارے اسلاف افراط وتفریط دونوں سے علیحدہ ہیں، ان کا مسلک معتدل اور بَین بَین ہے اور اہلِ السنۃ والجماعۃ اسلاف کرام کے سچے متبع ہیں۔

اب بھی میرا وہی مسلک ہے جو اس کتاب میں اظہار کیا گیا ہے اور یہی مسلک میرے اسلاف کرام کا ہے"۔

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

دیوبند ۱۴ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ

(از مکتوبات جلد ۲ صفحہ ۲۹۷ بنام حافظ ریاض احمد قاسمی صاحب)

آپ ان ہی مشاغل میں مصروفِ عمل تھے کہ حضرت شیخ الہندؒ اپنی تحریکِ آزادی کو عملی جامہ پہنانے کے لیے حجازِ مقدس پہنچ گئے جس کا ذکر آئندہ اوراق میں آرہا ہے۔